Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

Received: 10th August, 2025 | Accepted: 12th December, 2025 | Available Online: 31st December, 2025
Digital Object Identifier: 10.52015/daryaft.v17i02.422

تانیثیت اور مذہبی اثرات: پاکستانی خواتین کے سفرناموں کے تناظر میں

Feminism and Religious Influences: In the Context of Pakistani Women's Travelogues

RUBINA[1] AND DR. NASREEN AMIN[2]

[1] PhD Urdu Research Scholar, Department of Urdu, Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar Campus, Pakistan

[2] Assistant Professor, Department of Urdu, Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar Campus, Pakistan

Corresponding author: Ms. Rubina (rubinafazal86@gmail.com)

CONFLICT OF INTEREST: The authors declare that there are no conflicts of interest related to the research, authorship, and/or publication of this article, and that the data presented have not been fabricated or falsified.

FUNDING: This research did not receive any specific grant or financial support from public, commercial, or not-for profit funding agencies.

PARTICIPANT CONSENT: The authors confirm that Informed consent was obtained from all participants, and confidentiality was duly maintained.

KEYWORDS: Urdu travelogue, Women writers, Religion and Gender, Feminist analysis, Feminist literary criticism; Gender relations

ABSTRACT: Women writers have significantly enriched the Urdu travelogue tradition by offering critical insights into religion, culture, politics, and gender relations. Pakistani women's travelogues reveal shifting patterns of women's rights across different societies and highlight the ways in which religion shapes women's social status, autonomy, and equality. While cultural norms and religious interpretations can facilitate empowerment, they can also impose constraints on women's lives. This study analyzes the impact of religion on women across diverse societies and examines religious exploitation as well as women's varied experiences within religious and cultural traditions as represented in Pakistani women's travelogues. Using these texts as primary sources, the research employs a feminist qualitative content analysis grounded in feminist theoretical frameworks. The findings indicate that some women perceive religion as a source of protection, identity, and spiritual comfort, whereas others experience it as a barrier to personal freedom and equal rights. The study concludes that religion's influence on women's lives is shaped by its interpretation and socio-cultural context, resulting in diverse gendered outcomes.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-Non Commercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

اردو میں سفر نامہ، روداد سفر یا سفر کے مشاہدات اور تجربات کو تحریری طور پر بیان کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

سفر نامہ کی صنف کو پروان چڑھانے میں خواتین لکھاریوں نے اہم کردار ادا کرتے ہوئے اردو ادب کے ذخیرے میں قابل ذکر اضافہ

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025
تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

کیا۔ قیام پاکستان کے بعد خواتین سفر نامہ نگاروں نے اپنی رودادہائے سفر کے علاوہ اس ملک کی تہذیب و ثقافت، معاشرت، رہن سہن، جغرافیائی حالات، علم و ادب، ادبی تحریک و ادبی مباحثوں اور مشاعروں کی عکاسی کی ہے۔ پاکستانی خواتین سفر نامہ نگار جب دورانِ سفر مختلف معاشروں کا مشاہدہ کرتی ہیں تو وہ ان کے مذہبی عقائد، رسوم ورواج، سیاسی، معاشی، معاشرتی مسائل، خواتین کے جملہ حقوق اور صنفی رویوں کے باہمی اثرات کا باریک بینی سے تجزیہ کرتی ہیں۔ عورت اور مذہب کے باہمی تعلق کے تحت مذہب عورت کی خود مختاری کو تقویت دیتا ہے اور بسا اوقات اس پر قدغن عائد کرتا ہے۔ مختلف تہذیبوں اور مذاہب میں خواتین سے ان کے روایات کے مطابق الگ الگ رویہ اختیار کیا گیا۔ کہیں عورت کو اس کے حقوق سے نوازا گیا تو کہیں مذہب کے نام پر عورت کے حقوق سلب کرتے ہوئے اس کا استحصال کیا گیا۔

دنیا کے مختلف مذاہب میں عورت سے روا رکھے گئے رویے کے تحت یہودیت نے عورت کو ازلی گنہگار ٹھہرایا ہے اور اسے پیدائشی مکار، بدطینیت اور نسل انسانی کی دشمن قرار دیا ہے۔[۱] عیسائیت میں عورت کے بارے میں افکار و نظریات کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ عورت راندہ درگاہ، خباثتوں کا مجموعہ، فتنہ بردار، شر انگیز، شیطان، انسانیت کی پہلی مجرم، ناگزیر شر، شیطان کا ہتھیار، جھوٹ کی بیٹی، امن کی دشمن، سانپ کا زہر، اور کینہ رکھنے والی ہے۔[۲] ہندو دھرم میں عورت کو برائیوں اور گناہوں کی جڑ کہا گیا ہے اس کا دل ہر وقت برائی کی جانب مائل رہتا ہے۔ اس لیے مرد کو عورت پر سختی کرنے کا حکم دیا۔[۳] ہندوستان کی سرزمین میں بدھ مت ہی پہلا مذہب ہے کہ جس نے عورتوں کو مذہبی امور کی ادائیگی میں شریک کیا۔ بدھ مت چونکہ رہبانیت کا قائل ہے اور بدھا کی تعلیمات میں نجات کے لیے ضروری ہے کہ عورتوں سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ وہ عورت کو صرف گھریلو حد تک محدود رکھنا چاہتے تھے۔[۴] نبوت سے قبل دور جہالت میں عورت کی حالت نہایت خستہ اور خراب تھی۔ اسے نہ صرف انسانی اور سماجی حقوق سے محروم رکھا گیا بلکہ وحشیانہ سلوک کا بھی نشانہ بنایا گیا۔ ان کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ بیٹی پیدا ہوتے ہی اسے زندہ درگور کر دیا جاتا۔ عورت کی حیثیت ایک جائیداد کی سی تھی ۔ عورت کو باعثِ عار و ذلت تصور کیا جاتا۔ عورت کی حیثیت مال ومتاع سے زیادہ نہ تھی۔ وہ وراثت کے حق سے محروم تھی۔ معاشرے میں مرد کو اس کا حاکم اور مالک مانا جاتا تھا۔ نکاح اور طلاق کے تمام دستور وضابطے اسے مرد کی غلامی سے آزاد نہ ہونے دیتے۔[۵] اسلام وہ مذہب ہے جس نے سب سے پہلے عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ عرصہ دراز سے محروم چلی آرہی تھی۔ موجودہ دور میں عورتوں کو جو حقوق عطا کیے گئے ہیں اسے اس دور کا احسان مانا جاتا ہے۔ حالانکہ احسان مذہب اسلام کا ہے۔ یہ سارے حقوق اسلام نے اس لیے نہیں دیے کہ عورت ان کا مطالبہ کر رہی تھی بلکہ یہ عورت کے فطری حقوق تھے۔ اور وہ ان کی اصل حقدار تھی۔[۶]

مرد وزن کے مابین موجود صنفی امتیاز اور مساوی حقوق کے لیے باضابطہ آواز تانیثیت ہے۔ تانیثیت کی ابتدا انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل کے سالوں میں عورتوں کے حقوق کے مطالبے سے ہوتی ہے۔ یہ خواتین کے حقوق سے متعلق اہم سیاسی، سماجی اور ادبی تحریک ہے۔ تانیثیت کے بنیادی نظریات میں عورت کے لیے سماجی، معاشی، معاشرتی، سیاسی، تعلیمی اور اخلاقی طور مساویانہ حقوق، صنفی امتیاز کے برخلاف مساوات قائم کرنا، ظلم وجبر سے آزاد زندگی کی فراہمی اور انہیں بحیثیت انسان تسلیم کرنا اخلاقی طور پر شامل ہیں۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

تانیثی نظریہ مغرب میں مخصوص تاریخی سیاق و سباق، صنعت کاری اور حقِ رائے دہی کی تحریک کے طور پر سامنے آیا۔ تانیثیت کے مغربی نظریے کے تحت مختلف ادوار میں مختلف نظریات سامنے آئے۔ ان نظریات کے پیروکاروں نے اپنے مخصوص تانیثی نظریے کے تحت خواتین کے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔ جبکہ مشرق میں تانیثیت کا نظریہ یہاں کے سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کے تناظر میں پروان چڑھا۔ اسلامی ممالک میں اسلامی تانیثی نظریے کے تناظر میں خواتین کے حقوق کے حصول کی کوششیں کی گئیں۔ تانیثی نظریات نے جہاں زندگی کے دیگر شعبوں کو متاثر کیا، وہیں ادب پر بھی اپنا تاثر قائم کیا۔ تانیثیت، ادب کا موضوعاتی مطالعہ کرتے ہوئے ادب کے مواد کا جائزہ اس رخ سے لیتی ہے کہ اس میں خواتین کا ذکر کس انداز سے کیا گیا ہے اور لکھنے والے کا کیا رویہ ہے؟ اردو کے افسانوی ادب کے علاوہ غیر افسانوی ادب کی صنف سفر نامہ میں خواتین سفر نامہ نگاروں نے تانیثی نظریے کو پیش کیا ہے۔ اس تحقیق میں زیرِ مطالعہ پاکستانی خواتین کے سفر ناموں کو تین جغرافیائی زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے: ان میں اسلامی ممالک کے سفر ناموں میں نگار سجاد ظہیر (دشت امکان)، کوکب خواجہ (آ جیل)، ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ (سرحد ادراک سے آگے، عجب اک سلسلہ ہے)، کوکب خواجہ (جواہرات کی مالا)، ناہید سلطان مرزا (مشرق کے تین قدیم دیس)، سلمٰی اعوان (عراق اشک بار ہیں ہم) کے سفر نامے شامل ہیں۔ یورپی ممالک کے سفر ناموں میں نجمہ افتخار (میرے بھی سفر نامے)، نیلم احمد بشیر (ستمگر ستمبر)، بلقیس ریاض (سفر ہے شرط)، منزہ نصیر (وائی کنگز کے دیس میں)، کائنات بشیر، (خاموش نظارے) قابلِ ذکر ہیں۔ اور ایشیائی، افریقی اور علاقائی سفر ناموں میں بشریٰ رحمٰن (ٹک ٹک دیدم ٹوکیو)، پروین عاطف، (کرن، تتلی اور بگولے)، سلمٰی اعوان، (سندر چترال)، رئیس فاطمہ (میرے خوابوں کی سر زمین)، کوکب خواجہ، (آنسو یا کان کا جھمکا) اور بینش ارشد کا سفر نامہ پڑاؤ شامل ہیں۔ ان سفر ناموں میں بالخصوص عورت ذات کے مسائل اور بنیادی حقوق سے متعلق اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ پاکستانی خواتین سفر نامہ نگاروں نے اپنے سفر ناموں میں مختلف معاشروں میں خواتین کی زندگی اور ان پر مذہبی اثرات کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے اور ہمیں ان کی سماجی زندگی سے متعارف کروایا ہے۔

جیسے کہ نگار سجاد سعودی عرب کی سفری روداد "دشت امکان" میں لکھتی ہیں کہ مسجد نبوی میں عورتوں کی جائے نماز کو مردوں کی جائے نماز سے ایک barrier کے ذریعے الگ کیا گیا ہے۔ اسی بیریئر کا دروازہ کھلنے کا شدت سے انتظار کرتی خواتین میں جوان، بوڑھی، سفید فام، سیاہ فام، یورپی اور ایشیائی خواتین شامل تھیں۔ اتنے میں ایک خاتون مسجد میں عورتوں کی نماز کی جگہ کے بارے میں مصنفہ سے گویا ہوئیں:

> "خدا سمجھے ان سعودیوں سے عورتوں کا استحصال کرتے ہیں۔ میرے قریب بیٹھی ہوئی خاتون نے مجھے سلام پھیرتے دیکھ کر کہا۔ میں ایک حفیف سی مسکراہٹ کے بعد درود شریف پڑھنے لگی"
>
> "اب ہمیں اتنا پیچھے پھینک دیا ہے۔" وہ خاتون پھر مجھ سے بولی۔ "کیا مطلب؟"
>
> "لگتا ہے آپ پہلی دفعہ آئی ہیں۔"
>
> "جی ہاں"

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

"ارے بی بی چند سال پہلے میں آئی تھی تو یہ سارا علاقہ اور اس کے آگے کے دالان اور صحن مسجد
کا بڑا حصہ یہ سب عورتوں کے لئے تھا۔ اب دیکھو تو عورتوں کو اس کونے میں ڈال دیا ہے۔"(۷)

مذکورہ خاتون مسجد نبوی میں خواتین کی نماز کے لئے کم جگہ مختص کرنے پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے اسے عورتوں کا استحصال قرار دیتی ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب میں جب مصنفہ کے شوہر ورقہ حاصل کرنے جاتے ہیں تو ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ:

"تمہاری بیوی کے ساتھ تمہارا نام کیوں لکھا ہوا ہے؟"

"ھذا فی طریق امریکی" (یہ امریکی طریقہ ہے) میں نے اسے جواب دیا"

"مافی شرعی" (مگر یہ اسلامی اور شرعی طریقہ نہیں ہے) احمد عبد اللہ الروسری نے کہا۔"(۸)

نگار سجاد لکھتی ہیں کہ ورقہ دینے والے آفیسر نے ان کو ناموں کے آگے شوہر کے نام کے بجائے والد کے نام کا لاحقہ لگانے کے حوالے سے سمجھاتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب میں طریقہ یہ ہے کہ لڑکیاں ہمیشہ اپنے باپ کے نام سے پہچانی جاتی ہیں۔ شادی کے بعد بھی ان کے ناموں میں شوہر کے نام کا لاحقہ نہیں لگتا۔ دوسری تہذیبوں اور مذاہب میں جب لڑکی کی شادی ہو جاتی تو وہ اپنے شوہر کے خاندان کا فرد سمجھی جاتی اور وہ اسی خاندان کا نام اپنے نام کے آگے لگاتی اس کے لیے اپنا خاندان کم یا غیر اہم ہو جاتا، تاہم یہ اسلامی تصور نہیں ہے، اسلام میں میاں بیوی اپنا الگ الگ قانونی تشخص رکھے ہوئے ہیں۔ مغرب میں دو سو سال قبل عورت کا کوئی قانونی تشخص نہ تھا ۔ وہ اپنی ملکیت چاہے وہ شادی سے پہلے کی کیوں نہ ہو، کے بارے میں شوہر کی مرضی کی پابند ہوتی تھی۔ بعض تہذیبوں میں بیوی کی ذاتی چیزیں بھی شوہر کی ملکیت مانی جاتی تھیں۔

اسلام میں صورتحال اس کے برعکس ہے۔ اسلام میں عورت ایک مکمل قانونی تشخص کی حامل ہے۔ وہ اپنی جائیداد اور دیگر ملکیت کے بارے میں اپنے شوہر کی اجازت کی پابند نہیں۔ شادی مرد اور عورت کے مابین ایک معاہدہ ہوتی ہے، اس معاہدہ کو فسخ کرنے کا حق دونوں فریقین کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ فریقین میں سے ہر ایک کا نام اس کا "ذاتی نام" ہوتا ہے۔ عورت کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنا نام ہی اختیار کرے، بلکہ خاندانی طور پر وہ اپنے باپ کے نام سے پہچانی جائے گی مثلاً عائشہ بنت ابو بکر اور فاطمہ بنت محمدؐ شادی کے بعد بھی انہی ناموں سے پکاری اور پہچانی گئیں۔ سعودی عرب میں آج بھی یہی رواج ہے۔ مصنفہ مزید لکھتی ہیں کہ ان کا رجحان بھی یہی ہے کہ لڑکی کی شناخت اس کے شوہر سے نہیں اس کے باپ سے ہوتی ہے۔ شوہر بدل سکتا ہے، باپ بدل نہیں سکتا۔

کوکب خواجہ کا سفر نامہ ایران "آجیل" میں تانیثیت کے اسلامی نظریے کا عکس ملتا ہے۔ ایران میں انقلاب کے بعد باہر کی دنیا میں ایرانی عورتوں کے بارے میں انتہائی قابل رحم جذبات کا اظہار کیا گیا ہے کہ ان عورتوں پر حجاب کی پابندی ایک ظلم ہے۔ کوکب خواجہ نے اس سفر نامے میں واضح کیا کہ ایرانی خواتین حجاب کی وجہ سے نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ وہ باحجاب ہوتے ہوئے اپنے مذہب اور روایت کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں ڈاکٹری، وکالت، کاروبار، اسپورٹس اور سیاست میں حصہ لے رہی ہیں۔ ایران میں خواتین کے اسکولوں، کالجوں اور ایسی کئی تقریبات کے لیے ویڈیو بردار اور فوٹو گرافرز بھی خواتین ہی ہیں۔ اس ضمن میں کوکب خواجہ لکھتی ہیں:

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

"ایرانی عورت اس حجاب کے باوجود زندگی کے ہر شعبہ میں سرگرم نظر آتی ہے۔ اگر ڈاکٹر ہے، تو سیلز گرل بھی ہے۔ انجینئر اور پولیس آفیسر بھی ہے۔ کمپنی میں شوہر کے ساتھ شراکت دار بھی ہے۔ اور ذاتی طور پر بھی کاروبار کر سکتی ہے۔ غرض ہر شعبہ میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ گھر داری میں بھی بے حد منظم اور صفائی کی انتہائی دلدادہ۔"(۹)

ایران میں پردے کے بارے میں کوکب خواجہ بتاتی ہیں کہ انقلاب کے بعد جگہ جگہ پولیس کی گاڑیاں گھومتی رہتی ہیں اچھی بھلی پردے میں ملبوس خواتین کو پکڑ کر حوالات میں بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے باپ یا شوہر کو بلا کر ان خاتون پر الزام لگاتے کہ یہ "بد حجاب" ہے (یعنی سر کے بال پوری طرح چھپے نہ تھے) اور پھر شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق بھاری بھر کم جرمانہ وصول کر کے خاتون کو ان کے حوالے کیا جاتا تھا۔ مصنفہ نے اسے جبری اسلام سے تعبیر کیا ہے کیونکہ ان کی مساجد نمازیوں سے خالی نظر آتی ہیں۔

اسلامی انقلاب کے بعد ایرانی معاشرے میں خواتین کے لیے حجاب کی پابندی لازمی کر دی گئی جو نہ صرف ایران کی مقامی خواتین کے لیے تھی بلکہ بیرونی ملک سے آنے والی خواتین کے لیے بھی پابندی کرنا لازم تھا آج کے ایران میں ہر غیر ملکی ایرانی رنگ میں نظر آتا ہے جس کی مثال خواتین کا سر سے پاؤں تک ڈھکا ہوا لباس ہے خواہ عورت یورپ کی ہو یا جاپان کی، سب اس کی پابند ہیں۔ ایک سیاح کی حیثیت سے کوکب خواجہ لکھتی ہیں کہ ایرانی عورت صرف "حجاب" کی پابندی کی وجہ سے کسی طرح بھی "پسماندہ" نہیں کہلائی جا سکتی جیسا کہ باہر کی دنیا میں یہ تاثر پایا جاتا ہے۔ ایرانی عورت کو وہ سب حقوق حاصل ہیں جو اسلام اور قرآن نے اسے دیے ہیں۔

ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ ۲۰۰۸ء میں عمرے کی ادائیگی کے لئے عازم سفر ہوئیں اور اس بابرکت سفر کے احوال کو "سرحد ادراک سے آگے" کے نام سے شائع کیا۔ ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ لکھتی ہیں کہ روضہ رسولؐ پر حاضری کے وقت وہ پچاس قدم کے فاصلے پر تھیں کہ وہاں پر موجود شرطوں نے انھیں وہاں سے ہانک کر دور کر دیا۔ یہاں مصنفہ نے اس مقام پر مرد و عورت کی تخصیص کے بارے میں لکھا کہ:

"اسلام نے مرد و عورت کو برابر کے حقوق دیئے ہیں۔ اسے وہ عزت دی ہے جو کسی اور معاشرے اور مذہب میں نہیں دی جاتی اس کا متضاد عملی مظاہرہ دیکھنا ہو تو حرمِ پاک اور مسجد نبوی میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے جہاں شرطے زنانہ زنانہ کہہ کر خواتین کو ہانک رہے ہوتے ہیں چنانچہ اب میں ان کی زد میں تھی انہوں نے مجھے گنبدِ خضریٰ سے حتی الامکان دور کیا۔"(۱۰)

گنبدِ خضریٰ کی طرح کا منظر مصنفہ کو جنت البقیع میں دیکھنے کو ملتا ہے جب ایک بار پھر وہ سعودی عرب حج و عمرہ کی ادائیگی کے لیے جاتی ہیں:

"اب ہم جنت البقیع کی سیڑھیوں پر پہنچ چکے تھے۔ شاہد کو تو جانے کی اجازت مل گئی لیکن نساممنوع کی آوازیں میرا راستہ روکتی تھیں۔ ایرانی خواتین کو پہلے اندر جانے دیتے تھے اب کیا ہوا کہ ایک خوبصورت، تندرست و توانا لیکن عمر کی کافی بہاریں دیکھی خاتون کبوتروں کے لئے ہاتھ میں دانہ لیے آزردہ کھڑی ہیں اور بزبان فارسی رودادِ غم کہتی ہیں کہ میں جنت البقیع میں

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

کبوتروں کو دانہ ڈالنا چاہتی ہوں مجھے جانے نہیں دے رہے، اسلام نے عورتوں کو بہت بلند مقام عطا کیا ہے لیکن حرم پاک ہو یا مسجد نبوی، شرطوں کا سلوک خواتین کے ساتھ بہت کھلتا ہے۔"(۱۱)

مصنفہ لکھتی ہیں کہ مذہبی مقامات پر خواتین کو اکثر صنفی امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جہاں مرد کو اجازت ملتی ہے مگر عورت کو صرف صنف کی بنیاد پر روکا جاتا ہے۔ ایرانی خاتون کی خواہش، کہ وہ جنت البقیع میں کبوتروں کو دانہ ڈالیں، سخت پابندیوں کے باعث پوری نہ ہو سکی، حالانکہ اسلام عورت کو عزت دیتا ہے۔ یہ منظر مذہبی نظریے اور عملی رویے کے فرق کو دکھاتا ہے اور عورت کی مایوسی صنفی ناانصافی کے خلاف خاموش احتجاج بن جاتی ہے۔

سفر نامہ "جواہرات کی مالا" میں کوکب خواجہ نے انڈونیشیا میں مختلف مذاہب کے آغاز ارتقا اور موجودہ سماجی اور مذہبی صورتحال پر خامہ فرسائی کی ہے۔ مذہب اسلام کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے کہ یہاں اسلام ساتویں صدی کے آخری حصے میں وارد ہوا جو کہ عرب تاجروں کی آمد کے باعث تھا۔ انڈونیشیا کے مسلمان دیگر مسلم ممالک سے قدرے مختلف مذہبی رسوم اور قوانین کے پابند ہیں۔ اس ضمن میں مصنفہ لکھتی ہیں:

"دیگر مسلم ممالک کے مسلمان ایک وقت میں چار بیویاں رکھ سکتے ہیں جبکہ یہاں صرف دو بیویوں کی ایک وقت میں اجازت ہے اور اس میں بھی پہلی بیوی کی حاکمیت بر قرار رہتی ہے۔
عورتوں کو کافی حقوق حاصل ہیں بلکہ مرد کی برابری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔"(۱۲)

اس مشاہدے میں یہ بات نمایاں کی گئی ہے کہ انڈونیشیا میں عورتوں کو نہ صرف مناسب قانونی و سماجی حقوق حاصل ہیں بلکہ بعض معاملات میں انہیں مرد کے برابر کا درجہ بھی حاصل ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ انڈونیشیا میں خواتین کی حیثیت کو عزت و وقار کے ساتھ تسلیم کیا جاتا ہے اور صنفی برابری کی ایک واضح جھلک موجود ہے۔

"ایران دلبر جان" کے نام سے ناہید سلطان مرزا نے ایران کی سیاحت کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ ناہید سلطان مرزا نے ایران کی سیر کرتے ہوئے قدیم اور جدید ایران کا فرق بتایا ہے۔ فرق کا لحاظ کرتے ہوئے مصنفہ نے بتایا کہ ایران میں عورت دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے ایک وہ جو سخت مذہبی پردے کی پابند یعنی بنیاد پرست، اس کے مقابلے میں دوسری ترقی پسند جو پردے کے خلاف ہے۔

رضا شاہ پہلوی کے دور میں چادر پر پابندی عائد کی گئی تھی۔ ایرانی عورت سکرٹ بلاوز میں یورپ امریکہ کا مقابلہ کرنے لگی۔ محمد شاہ اور رضا شاہ کے عہد میں جس طرح عورتوں سے پردے اتروائے گئے اُس زمانے میں بھی اس کے خلاف عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ کیونکہ عورتوں کے سر سے چادریں کھینچنے اور بے پردہ کرنے کے واقعات رونما ہوئے تھے۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد پردے کی پابندی لازمی ہو گئی اس حوالے سے ناہید سلطان مرزا لکھتی ہیں کہ:

" اسلامی انقلاب کے بعد عورت کو زبردستی چادر پہنائی گئی اور لازمی قرار دی گئی۔ ایران کی آزاد خواتین کو یہ بات پسند نہیں آئی، اب وہ خواتین جو پہلے سے پہنتی تھیں انھوں نے آسانی سے

یہ حکم قبول کیا، لیکن وہ خواتین جو آزادی پسند تھیں، انہوں نے بغاوت کی۔ اُن پر سختی کی گئی بازاروں میں انھیں گرفتار کیا گیا اور بہت سختی سے اس ڈریس کوڈ کو نافذ کیا گیا۔ جس کا اطلاق غیر ملکی خواتین پر بھی ہوتا ہے۔"(۱۳)

نئی نسل جو اس دوران پروان چڑھی انہوں نے حجاب کی پابندی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ احتجاجاً لڑکیاں جینز اور بلاؤز کا استعمال کرنے لگیں۔ حالات کو دیکھتے ہوئے حکومت نے اپنے رویے میں نرمی اختیار کی اور خواتین کو کوٹ کی اجازت دی گئی۔ اب صورتحال یہ ہے کہ کوٹ گھٹنوں سے اوپر، اسکارف آدھے سر پر اور چادر کی سختی ختم کر دی گئی۔ یہ سختی صرف روضوں اور حرم میں کی جاتی ہے، وہاں کوٹ کی اجازت نہیں ہے چادر پہنا لازمی ہے۔ عراق کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے سلمیٰ اعوان عراق کے بارے میں سفرنامہ "عراق اشک بار ہیں ہم" میں مذہبی لحاظ سے عورتوں کے بارے میں لکھتی ہیں کہ:

"موسم کی شدت حسبِ معمول اپنے انتہائے عروج پر۔ تقریباً پانچ بجے تک ڈھائی تین گھنٹے کا یہ درمیانی وقفہ ہر روز مجھے کسی نہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے اور آرام کے لئے گزارنا ہوتا تھا۔ خدا کے بعد مشرق وسطیٰ کے مولویوں کی بہت شکر گزار تھی کہ انہوں نے مسجدوں کا ایک حصہ خواتین کے لئے مخصوص کر رکھا ہے، جو دراصل عورتوں کے لئے ریٹائرنگ روم ہیں۔ کھاؤ، پیؤ، لیٹو اور سو جاؤ کانوں میں ہیڈ فون چڑھا کر گانے سنو۔ سچ تو یہ تھا کہ میں اس 4/1 حصے کو بڑے دھڑلے سے استعمال کر رہی تھی۔"(۱۴)

مشرقِ وسطیٰ میں خواتین کے لیے مذہبی مقامات پر علیحدہ جگہ مختص کرنے کا رواج بظاہر ایک صنفی امتیاز کی صورت محسوس ہوتا ہے، مگر عملی سطح پر یہ خواتین کے لیے سہولت اور تحفظ کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ مذہبی ادارے عورت کو نہ صرف عبادت کا موقع فراہم کرتے ہیں بلکہ ایک محفوظ اور نجی ماحول بھی مہیا کرتے ہیں، جہاں وہ جسمانی و نفسیاتی آسودگی حاصل کر سکتی ہے۔ سلمیٰ اعوان لکھتی ہیں کہ ایسے میں انہیں ساؤتھ ایشیاء کے کٹر اور دقیانوسی مُلّا یاد آتے ہیں جو عورتوں پر مسجدوں کے دروازے بند کر کے رکھتے ہیں دُر دُر جیسا پوسٹر چہروں پر سجا کر دروازے سے ہی انہیں دفع دور کر دیتے ہیں۔

نجمہ افتخار نے امریکہ کی سیر وسیاحت کے حوالے سے اپنے تحریر کردہ سفرنامے "میرے بھی سفرنامے" میں مذہب کی آڑ میں عورتوں کی صحت کو لاحق خطرات کے بارے میں نشاندہی کی ہے کہ کس طرح ایک عورت کی جان پر بنی ہے لیکن یہاں کے لوگ اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق عورت کی جان کی پرواہ کے بغیر اپنے عقیدے کے تحفظ پر مامور ہیں۔ مصنفہ کے شوہر کے ڈاکٹر دوست نے مصنفہ کو بتایا کہ:

"ایک عورت کو کار حادثے کے نتیجے میں ہسپتال لایا گیا تھا۔ لیکن اس عورت کے شوہر نے آپریشن کروانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ ایک ایسے فرقے سے تعلق رکھتا تھا جو انتقال خون کے حق میں نہیں یعنی کسی دوسرے انسان کا خون لینا ان کے عقیدہ کے مطابق جائز نہیں۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

> دوسری طرف عورت کی جان پر بنی تھی۔ اس نے موقع پا کر ڈاکٹروں کی منت سماجت کی کہ کسی بھی قیمت پر آپریشن کروائے گی۔ ڈاکٹروں کے لئے عجیب صورتحال پیدا ہوگئی کہ ایک طرف تو اس کا خاوند اپنے مذہب کے حوالے سے ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ دوسری طرف عورت اپنی زندگی کی خاطر کسی عقیدے کی پرواہ کرنے کو تیار نہ تھی۔ آخر کار اس کے خاوند کو اجازت دینا ہی پڑی۔"(۱۵)

نجمہ افتخار لکھتی ہیں کہ اس معاملے میں ساری ذمہ داری مرد اور اس کے مذہبی عقیدے کی تھی۔ لیکن مصنفہ نے ایک ایسی خاتون کا ذکر بھی کیا ہے جو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ اس خاتون نے یہ کہہ کر خون لگوانے سے انکار کر دیا کہ اس وقت وہ موت کے نزدیک ہے تو آخری وقت میں وہ کس طرح اپنے مذہبی عقیدے سے ہٹ جائے، حالانکہ مرنے کے قریب ہوتے ہوئے انسان کو سب چیزوں سے زیادہ مذہب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس عقیدے کے لوگ کرسچیئن سائنٹسٹ کہلاتے ہیں۔ امریکہ میں بڑے کٹر اور مذہبی قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو مذہب کا سہارا لے کر اپنے خاص عقیدے کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، یہاں تک کہ انسانی جان کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔

امریکہ کا سفر نامہ "ستمگر ستمبر" میں نیلم احمد بشیر نے فلاڈلفیا میں رہنے والی پرانی مخلص دوست روبینہ کا ذکر کیا ہے جسے اس کے پاکستانی شوہر نے پانچ بچوں کے بعد چھوڑ دیا۔ اس عورت کو بغیر کسی مرد کی مدد کے زندگی گزارنا بہت مشکل لگا۔ روبینہ نے پاکستانی مرد سے شادی کرنے کی دوبارہ کوشش کی مگر کوئی بھی پاکستانی مرد اس سے اس کے پانچ بچوں سمیت شادی کرنے پر آمادہ نہ تھا اور نہ ہی وہ اپنے بچوں کو چھوڑنے پر تیار تھی۔ پھر اسلامی میٹنگز میں روبینہ کی ملاقات امریکی مسلمان فوجی طارق سے ہوئی۔ طارق نے روبینہ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ جو اس نے قبول کر لیا۔ طارق نے روبینہ کو اس کے بچوں سمیت قبول کیا۔ اور اب بچوں کی پرورش میں بھی ان کی ماں کا ہاتھ بٹاتا ہے۔

نیلم احمد بشیر روبینہ کے بارے میں لکھتی ہیں کہ وہ پہلے ایک عام سی مسلمان تھی۔ پھر اس کی زندگی میں انقلابی طور پر اسلام آیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ مکمل طور پر اپنی زندگی کو اسلامی احکامات کے مطابق ڈھال کر کٹر مسلمان بن گئی اس نے باقاعدہ طور سے حجاب لینا شروع کر دیا۔ اسی طرح طارق جو امریکی فوجی اور شراب و شباب کا رسیا تھا، امریکی عراق جنگ میں حصہ لینے عراق گیا۔ وہاں وہ اپنا فارغ وقت مساجد میں علماء کے ساتھ گزارنے لگا۔ یوں اس کی زندگی بھی ایک نئے زاویے اور نئے ڈگر پر چل پڑی۔ بالآخر اس نے اسلام قبول کر لیا اور واپس آ کر اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ صرف یہی نہیں اس نے آپؐ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے سے بڑی عمر کی عورت کو شادی کا پیغام بھیجا اور یوں دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ اب ان دونوں کی زندگی آرام و سکون سے گزر رہی ہے، کیونکہ دونوں کی دلچسپی صرف اسلام ہے۔ اسلام ہی اب ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ دونوں امریکہ میں ہونے والی اسلامی کانفرنسوں میں زور و شور سے شرکت کرتے اور تبلیغ کے سلسلے کو آگے پھیلاتے ہیں۔ مصنفہ نے روبینہ کے طارق کے ساتھ شادی کے اقدامات کو سراہتے ہوئے بڑا اقدم قرار دیا۔ اور روبینہ کو باہمت بتایا ہے۔ اس کے جواب میں روبینہ نے بتایا کہ:

"بات یہ ہے کہ میں جانتی ہوں لوگوں کو میری شادی بڑی عجیب لگی ہوگی۔ ہمارے اپنے علاقے کی پاکستانی کمیونٹی میں لوگوں نے مجھے طرح طرح کی باتیں بنائی ہیں لیکن مجھے اسلام سے طاقت ملی ہے۔ جب اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ تو کسی بھی چیز سے ڈر نہیں لگتا۔"(۱۶)

مصنفہ اس خاتون کی باتیں سن کر پاکستانی سوسائٹی پر افسوس کا اظہار کرتی ہے کہ ہماری پاکستانی سوسائٹی میں اول تو مطلقہ عورت کی دوبارہ شادی ہوتی ہی نہیں۔ پھر پانچ بچوں کی ماں تو کوئی بھی پاکستانی مرد اپنانے کی خواہش نہیں کرتا۔ جبکہ ہمارے مذہب اسلام میں عورتوں کے خلاف ایسا کوئی حکم یا تعصب روا رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ پاکستانی مرد جب بھی شادی کرنا چاہتا ہے تو کنواری یا بغیر بچوں والی عورت اس کی پہلی ترجیح ہوتی ہے۔ نو مسلم اس لحاظ سے اسلام کو مکمل طور پر اپناتے اور پرکھتے ہیں۔ اسے کوئی شے نہیں سمجھتے۔

لندن، کینیڈا کے شہر وینکوور، امریکہ کی ریاستوں سان فرانسسکو اور واشنگٹن کے سفری روداد پر مشتمل سفر نامہ "سفر ہے شرط" کی مصنفہ بلقیس ریاض نے امریکہ میں اپنی گائیڈ رینی جس کا اسلامی نام رابعہ تھا، کے مذہب اسلام قبول کرنے اور اسلامی طرز اپنانے کے بارے میں بتایا ہے کہ رینی (رابعہ) نے پاکستانی مرد سے شادی کے بعد اسلام قبول کیا۔ اس کا شوہر مسلمان ہونے کے باوجود آزاد ماحول کا عادی ہے، اس کے برعکس رینی اپنے بچوں کی پرورش اسلامی طرز پر کرنے کی حد ممکن کوشش کرتی ہے۔ اس سلسلے میں وہ اپنے شوہر کے آزادانہ ماحول اور رویے سے نالاں ہے۔ اس کا شوہر اسلامی طرز پر زندگی گزارنے کے حوالے سے اس کی کسی قسم کی مدد نہیں کرتا۔ رینی چونکہ عربی سے نابلد ہے اس لئے وہ اپنے بچوں کے ساتھ مسجد جاکر مولوی سے نماز اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتی ہے ۔ وہ اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے پاکستان اپنے سسرال جانے پر آمادہ ہے۔ صرف اس لیے کہ اس کا نظریہ ہے کہ انسان جو بھی مذہب اختیار کرئے اس پر پورا اترے۔ اس بات پر مصنفہ اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور ساتھ میں تلقین بھی کرتی ہے کہ رینی باقی ان انگریز عورتوں کی طرح نہ ہو جائے جو شادی کی غرض سے اسلام تو قبول کر لیتی ہیں مگر شادی اور بچے ہو جانے کے بعد پھر سے ان کا پیدائشی مذہب ان پر غالب آجاتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کو چرچ بھی لے کر جاتی ہیں اور مسجد بھی اس کی وجہ سے بچوں کو ان کا اصل مذہب سمجھ ہی نہیں آتا۔ اس کے جواب میں رینی مصنفہ سے کہتی ہے کہ:

"آپ درست کہتی ہیں واقعی ہی میرے دل میں اس طرح کے خدشات جنم لیتے تھے۔ تو میں نے اپنا دل مضبوط کیا اور سوچا ہمارا خدا اور آپ کا خدا ایک ہی ہے تو میں مسلمان کیوں نہ ہو جاؤں تاکہ میرے بچوں کی دوہری شخصیت نہ ہو سکے۔۔۔۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میں مسلمان تو ہو گئی ہوں مگر شوہر کے اوپر مغربیت کا اثر بہت ہے۔"(۱۷)

رینی نے اپنے پیدائشی مذہب سے بیزار ہو کر اسلام کی سچائی اور صداقت پر ایمان لاتے ہوئے مسلمان ہوئی، مصنفہ نے یہاں رینی کو ایک مستقل پاکستانی مرد کے مقابلے میں راسخ العقیدہ اور کٹر مسلمان کے روپ میں پیش کیا ہے۔ جو اپنی اور اپنے بچوں کی اسلامی طرز پر تربیت کی خواہاں ہے اور اس کے لئے ہر ممکن حد جانے کے لیے تیار ہے۔

منزہ نصیر کے سویڈن کے سفر نامے "وائی کنگز کے دیس میں" میں پاکستانی مردوں کی عورت ذات سے تعصب کی مثال دیتے ہوئے واقعہ قلم بند کیا ہے کہ مصنفہ سویڈن میں روزگار کے سلسلے میں مقیم اپنے بیٹے اور بہو کے پاس سیر وسیاحت کے لئے جاتی ہیں۔ وہاں وہ مالمو کے میلے کی سیر کے لیے جاتے ہیں۔ میلے میں سیر کرتے ہوئے مصنفہ کی بہو کا آفس کولیگ جو چالیس پینتالیس سالہ پاکستانی مرد ہے ایک سویڈنی لڑکی کا عریاں بازو تھامے ان کے قریب سے نظر چراتا تیزی سے گزر جاتا ہے۔ مصنفہ کہ بہو مریم اس کو دیکھ کر اس نام نہاد مولوی کی عزت افزائی کرنے جانا چاہتی ہے تو اس کا شوہر اسے روک لیتا ہے، جس پر مصنفہ کی بہو زچ ہو کر بتاتی ہے کہ:

"دفتر میں یہ مولوی صاحب ہمیں تبلیغ فرماتے رہتے ہیں، مسلمان عورت اور پردہ ان کا محبوب موضوع ہے۔ میں تو مناسب لباس ہی پہنتی ہوں لیکن میری ایرانی کولیگ جو مغربی لباس پہنتی ہے، وہ بے چاری شرمندہ ہوتی رہتی ہے۔ حضرت کے اپنے کرتوت دیکھیں ذرا، آج میں سمجھی کہ پچھلی دس سال سے پاکستان کیوں نہیں گئے۔ اگر ماں باپ نے شادی کے بندھن میں باندھ کر بیوی ساتھ کر دی تو یہ عیاشیاں کہاں ملیں گی۔"(۱۸)

یہاں ان نام نہاد مردوں پر طنز کیا گیا ہے جو تعصب کی پٹی آنکھوں پر چڑھائے عورت کے کام اور لگن کی تعریف کرنے کے بجائے مذہب کے نام پر ان کو رسوا کرنے کا کام بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کا خود مذہب اور کرداری تربیت سے دور دور تک کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

سفر نامہ "خاموش نظارے" میں سفر نامہ نگار کائنات بشیر نے کینیڈا میں مسلم کمیونٹی کی ثقافت پر بحث کرتے ہوئے عید الاضحیٰ کے موقع پر عورتوں کے روایتی کردار سے نفی پر خوشی اور تسکین کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کے معاشرتی نظام پر ڈھکے چھپے انداز میں چوٹ کی ہے کہ باہر کے ممالک میں خواتین کو مساواتی بنیاد پر حقوق حاصل ہیں۔ صرف کچن کے کام سے فراغت ہی کی بات نہیں کی ہے بلکہ باقاعدہ طور پر عید کے موقع پر خواتین کی باجماعت نماز ادا کرنے کا ذکر بخوبی کیا ہے:

"آج کی عورت اپنے مسائل سے بہتر طریقے سے نپٹنا بھی سیکھ گئی ہے اور باقیوں کے درمیان اپنی جگہ بنانا بھی، اور وقت کا پہیہ بھی اب گھوم چکا ہے۔ یہاں عورتیں باقاعدہ تیار ہو کر عید کی نماز بھی پڑھ کر آتی ہیں۔ بلکہ پتہ چلا کہ عید کے موقع پر اتنے مرد حضرات عید کی نماز پڑھنے کے لیے موجود نہیں تھے جتنی عورتیں موجود تھیں اور پھر عورتوں کے لئے دوبارہ نماز عید ادا کی گئی۔"(۱۹)

بشریٰ رحمٰن اپنے سفر نامے "ٹک ٹک دیدم ٹوکیو" میں پاکستان میں خواتین کے لباس پر مذہب کی اثر پذیری کے بارے میں لکھا ہے کہ جاپان میں ایک محفل میں جاپانی خاتون نے ان سے ان کے لباس پر بحث کرتے ہوئے پوچھا کہ:

"آپ لوگ پوری آستین پہنتے ہیں اور جسم کو ڈھک کر رکھتے ہیں۔"

"ہمارے ہاں کچھ سیانی خواتین ہیں جو بازو اور پیٹ کو ننگا رکھنا چاہتی ہیں مگر زیادہ تر خواتین ملفوف رہنا پسند کرتی ہیں۔"

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

"کیا اس کی وجہ مذہب ہے؟"[۲۰]

اس سوال کے جواب پر بشریٰ رحمٰن نے بتایا ہے کہ پیدائش کے بعد مذہب گھول کر انہیں پلایا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو مذہبی کہتے ہوئے بالکل بھی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ ہماری تربیت روایتوں اور رواجوں میں ہوتی ہے۔ ہم چاہے جتنا بھی دور کیوں نہ چلے جائیں لوٹ کر اپنے مرکز پر چلے آتے ہیں۔ ہمیں اپنی دقیانوسیت پر فخر ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے نہ صرف خواتین کے لباس بلکہ اپنی معاشرتی روایات واقدار پر مذہبی اثر اندازی کو دیکھایا ہے کہ چاہے ہم جو بھی کریں لیکن ہمارا ہر عمل مذہب کے تابع ہے۔

پروین عاطف "کرن، تتلی اور بگولے" میں بنکاک کی سیاحت کرتے ہوئے وہاں کے بدھا مذہب میں عورت ذات کی اہمیت کے حوالے سے ایک واقعہ تحریر کرتی ہوئے بتاتی ہیں کہ بدھا کے مندر میں داخل ہو کر انہوں نے مہاتما بدھ کے پیروکار سے بڑے ہال کا راستہ پوچھا ہی تھا کہ وہ پیروکار مصنفہ سے اس طرح دور بھاگا جیسے انہوں نے کوئی فحش بات کر دی ہو۔ مصنفہ دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کر رہی تھیں۔ اتنے میں ان کے بیٹے اور بھانجے نے ان کو دعوت دی کہ وہ ان کے ساتھ مل کر بھکشوؤں کے ساتھ تصاویر اتروائیں۔ پھر وہ دو بھکشوؤں کے پاس پہنچے انہوں نے کیمرا فٹ کیا، مصنفہ بھی ان کے ساتھ کھڑی ہونے لگیں تو وہ بھکشو ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے مصنفہ نے ان کو آوازیں دیں کہ:

"One photo please, yes, come no women, no women, go away."[۲۱]

پروین عاطف بھکشوؤں کے اس رویے پر لکھتی ہیں کہ وہ بدھا کو بہت بڑا دانشور گردانتی ہیں، صوفیوں کا درجہ دیتی ہیں لیکن بنکاک جا کر انہیں معلوم ہوا کہ عورت کے بارے میں بدھا کے خیالات ہمارے مولویوں سے ملتے جلتے ہیں۔ مہاتما بدھ جو انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیتے ہیں مصنفہ کے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ اپنے پیروکاروں کے لیے تا ابد عورت کو شجر ممنوعہ قرار دیں گے اور اسے محض ایک نفسانی خواہش کا مظہر گردانیں گے۔

کیلاش کی سیاحت کی داستان قلم بند کرتے ہوئے پروین عاطف "کرن، تتلی اور بگولے" میں ان کے مذہب سے جڑے خواتین کے بارے میں خاص رویے کا اظہار کیا ہے۔ کیلاش میں خواتین کو اپنے مخصوص ایام گزارنے کی خاطر ایک خاص عمارت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ان کے بقول یہ:

> "خداؤں کا حکم ہے کہ لڑکی کے بالغ ہوتے ہی، مخصوص دنوں میں، جب وہ ایک پر اسرار جسمانی تجربے سے گزر رہی ہو اسے گھر سے نکال کر اس مذہبی مقام پر چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ اگر وہ گھر میں رہے تو پورے گھر پر کوئی آفت آنے کا امکان ہے، یوں بھی وہ کھیتی باڑی وغیرہ میں کوئی ہاتھ نہیں بٹا سکتی، اس لیے۔۔۔"[۲۲]

ان لوگوں کا مذہبی عقیدہ ہے کہ اس عمارت میں غیر مرد یا عورت کے اندر آنے سے ان کے دیوتا ناراض ہوتے ہیں، یہ لڑکیاں جب تک یہاں ہیں دیوتا کی امانت ہیں۔ غسل صحت کر کے جب یہ گھر چلی جائیں تو پھر ان پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ جب

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

کہ ہر اٹھائیس دن کے بعد ان کو دوبارہ یہاں آنا پڑتا ہے۔ ان کے قیام کے دوران ان کے گھر والے ان کے لیے کھانا لا کر اس عمارت کی خاص حدود میں رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ بقول مصنفہ یہ بھی ایک طرح سے مذہب کے نام پر عورت کے استحصال کی ایک صورت ہے۔

سلمیٰ اعوان کا سفر نامہ "سندر چترال" میں وادی کیلاش میں عورت کی معاشرتی اور مذہبی صورتحال کے بارے میں وہاں کے گائیڈ کی زبانی قارئین کو آگاہ کیا ہے کہ زمانہ قدیم کی مانند وہاں اب بھی عورتوں کو ان کے مخصوص ایام کے دنوں میں گھر سے دور ایک الگ گھر میں رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ عورت ناپاک اور نجس ہوتی ہے:

> "یہ بشالینی ہے، میرے استفسار پر وہ گویا ہوا، ”آپ اسے لیڈیز نرسنگ ہوم کہہ سکتی ہیں، ہمارے مذہبی عقیدے کے مطابق ایام کے دنوں میں عورت ناپاک اور نجس ہوتی ہے وہ گھر میں عام لوگوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ بشالینی اس مقصد کے لیے ہے کہ یہاں عورت تکلیف کے ان ایام کو آرام فراغت اور ساتھی خواتین سے گپ شپ لگا کر گزارے۔ نہ پکانے کی جھنجھٹ، نہ بھیڑ بکریاں چرانے کی ذمہ داری، نہ فصلوں کی گڈائی، نلائی اور کٹائی۔۔۔ بس موج ہی موج۔۔۔ پکا پکایا کھانا گھر والے دروازے پر رکھ جاتے ہیں۔"(۲۳)

مصنفہ نے بشالینی اس سے وابستہ مذہبی توہمات کے موضوع کو نسوانی عالمگیریت کا حامل سمجھتے ہوئے ہمارے معاشرے میں اسے ایک مخفی رکھنے والا ناپسندیدہ عمل سمجھا اور سمجھایا ہے۔ سلمیٰ اعوان مزید لکھتی ہیں کہ یہاں پر گھریلو صنعتوں میں مگس بانی یعنی شہد بنانے کی صنعت بہت عروج پر ہے، لیکن کالاشی عورت کا اسے چکھنا حتیٰ کے چھونا تک مذہبی نگاہ سے ممنوع ہے، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق عورت نجس ہے، اس کے کھانے کی صورت میں اس گھر سے شہد مفقود ہو جاتا ہے۔

"میرے خوابوں کی سرزمین" میں رئیس فاطمہ نے بھارت کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے نظام الدین اولیاء کے مزار پر حاضری اور وہاں خواتین کے ساتھ روا رکھے جانے والے رویے کا ذکر کیا ہے۔ نظام الدین اولیاء کے مزار پر زائرین ایک طرف سے اندر جاتے، فاتحہ پڑھتے اور دوسری طرف سے واپس آجاتے جبکہ خواتین کو مزار کے اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ رئیس فاطمہ لکھتی ہیں کہ بزرگان دین کے مزار کہیں پر بھی ہو خواہ داتا دربار ہو، بری امام، گولڑہ شریف یا خواجہ غریب نواز کی درگاہ کہیں بھی عورت کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ جبکہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر باقاعدہ تحریر تھا کہ خواتین کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مزار کے احاطہ میں کشادہ جگہ خواتین کے لئے مخصوص تھی، جہاں وہ تلاوت کر کے دعائیں مانگ رہی تھیں۔ جبکہ اس کے برعکس اسلام آباد کے قریب گولڑہ شریف میں پیر مہر علی شاہ کے مزار پر خواتین کے فرش پر بیٹھنا تو دور کنار ہاتھ بھی نہیں رکھ سکتیں۔ اس ضمن میں رئیس فاطمہ رقم طراز ہیں کہ:

> "ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ مزارات پر ناروا سلوک خود ساختہ ہے۔ مجاوروں اور سجادہ نشینوں نے انہیں مولویوں کی طرح بے وقعت چیز سمجھا۔ لیکن کسی بھی مزار پر یہی منتظمین

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

جو خواتین کو اندر نہیں جانے دیتے وہ چڑھاوے بڑے خضوع خشوع سے وصول کرتے نظر آتے ہیں۔"(۲۴)

رئیس فاطمہ لکھتی ہیں کہ وہاں کے باریش منتظمین خواتین کو انتہائی بُری طرح جھڑکتے ہیں جیسے کوئی ناپاک وجود ہو۔ البتہ ان خواتین سے نذرانے بڑی فراخدلی سے وصول کیے جاتے ہیں۔ کوکب خواجہ نے اپنے سری لنکا کے سفر نامے "آنسو یا کان کا جھمکا" میں بدھ مت کے پیروکاروں مونکس کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کے بہت کڑے اصول ہوتے ہیں جن پر ان کو عمل پیرا رہنا ہوتا ہے، ان کے 227 اصول ہیں۔ جن میں عورت کے لیے اصول کے بارے میں کوکب خواجہ لکھتی ہیں:

"یہ چونکہ (مذہبی رہنما) عورت کے قریب سے بھی نہیں گزر سکتے چھونا تو بہت دور کی بات ہے۔
جب مونک کو کوئی عورت کھانا دیتی ہے تو وہ اپنا رومال زمین پر بچھا دیتا ہے جس میں کھانا ڈال دیا جاتا ہے تاکہ غلطی سے بھی عورت کو وہ چھونہ سکے۔"(۲۵)

بعض مذاہب یا مذہبی طبقات میں عورت کے جسمانی لمس سے گریز کو تقدس یا پاکیزگی کے اصول سے جوڑا جاتا ہے۔ اس طرزِ عمل میں عورت کو محض ایک ممکنہ نجاست یا فتنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، جو صنفی فاصلے کو بڑھا کر سماجی برابری میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان اس حد سے زیادہ جسمانی فاصلہ مذہبی تشریحات کی ایک ایسی شکل ہے جو عورت کی شراکت اور برابری کے امکانات کو محدود کر دیتی ہے، اور اسے ایک ثانوی اور غیر فعال کردار تک محدود رکھنے کا رجحان پیدا کرتی ہے۔

مذہب کے حوالے سے بینش ارشد نے اپنے افریقہ کے سفر نامے "پڑاؤ" میں ایک نصرانی تیس سالہ افریقن عورت "جوائن مارٹن" کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ پیدائشی نصرانی تھی۔ ایک ایسی نصرانی جسے کرسمس پر یقین نہ تھا اور نہ ہی بائبل کے مضامین پر۔ اس کے نزدیک وہ تحریف شدہ تھے، وہ مسلمان بھی نہیں تھی۔ اس کا رجحان مذہب کی طرف خاص نہیں تھا۔ بینش ارشد نے جب اس سے پوچھا کہ وہ کرسمس کس طرح مناتی ہے، تو اس کے جواب میں اس نے بتایا کہ وہ کرسمس نہیں مناتی کیونکہ:

"اسے اس بات کا یقین ہی نہیں کہ حضرت عیسیٰ 25 دسمبر کو پیدا ہوئے تھے تو وہ کرسمس کیوں منائے۔ مطلب اس فرقے سے تھی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ 25 دسمبر کا دن بعد میں لوگوں نے منتخب کیا تھا۔ اس نے کہا بائبل کے بھی کئی نسخے ہیں وہ بھی بعد میں لکھے ہوئے ہیں۔"(۲۶)

تاہم اس طرح کے مذہبی خیالات رکھنے والے جوائن مارٹن نے بعد میں ایک غیر ملکی سیاہ فام سے شادی کر کے مذہب تبدیل کر لیا تھا۔ لائبیریا میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب تک کا سفر آسان اور تیز رفتار ہے کب واپس ہو جائے اس کی بھی گارنٹی نہیں۔

پاکستانی خواتین کے سفر ناموں کے تجزیے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مذہب عورت کی نجی اور سماجی زندگی پر عمیق اور ہمہ گیر اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ اثرات کبھی مذہبی وابستگی اور شناخت کے احساس کو جلا بخشتے ہیں، تو کبھی جبر و قیود کی صورت میں عورت کی آزادی کو محدود کر دیتے ہیں۔ اسلامی، یورپی، ایشیائی، افریقی اور علاقائی سفر ناموں میں عورت کی زندگی پر مذہبی اثرات ملی جلی کیفیت کے حامل ہیں۔ کہیں عورت کو اس کے حقوق سے نوازا گیا تو کہیں مذہب کے نام پر عورت کے حقوق سلب کرتے ہوئے اس کا استحصال کیا

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

گیا۔ ایران میں بعض خواتین پردے کو اپنے ایمان اور ثقافتی پہچان کا ذریعہ سمجھتی ہیں، جبکہ بعض اسے سماجی دباؤ اور مذہبی سخت گیری کا نتیجہ قرار دیتی ہیں۔ سعودی عرب میں مذہبی قوانین کے تحت خواتین کی مساجد تک رسائی محدود ہے، اور یہ محدودیت صنفی امتیاز کی علامت کے طور پر دیکھی جاتی ہے۔ جبکہ عورت کے نام آگے شوہر کے نام کا لاحقہ کے بجائے باپ کا نام کا لاحقہ استعمال کرنے کی مذہبی توجیہ پیش کرتے ہوئے مسلمان عورت کی شناخت کو نمایاں کیا ہے۔ انڈونیشیا میں خواتین کی سماجی آزادی کی صورتحال قدرے تسلی بخش ہے۔ یورپی ممالک میں بعض مذہبی عقائد، جیسے خون کی منتقلی کی ممانعت، خواتین کی صحت اور بقا پر منفی اثرات ڈالتے ہیں۔ اس کے برعکس، یورپی ممالک میں خواتین نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے آپ کو زیادہ مطمئن اور باوقار محسوس کیا ہے۔ ان مشاہدات سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب خواتین کے لیے ایک طرف تحفظ، شناخت اور اخلاقی سمت فراہم کرتا ہے، تو دوسری طرف بعض حالات میں ان کے سماجی و شخصی دائرہ عمل کو محدود کر دیتا ہے۔

سفرناموں میں بیان کردہ مشاہدات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صنفی امتیاز اور خواتین کا استحصال مختلف معاشرتی و مذہبی تناظرات میں اپنی جگہ آج بھی موجود ہے۔ بعض معاشروں میں خواتین کو مقدس مقامات، جیسے بھارت کے بعض مزارات، میں داخلے کی اجازت نہیں، اگرچہ ان کے پیش کردہ نذرانے اور تحائف کو بخوشی قبول کیا جاتا ہے۔ کیلاش اور بدھ مت کے زیرِ اثر معاشروں میں خواتین مذہب کی آڑ میں استحصال کا شکار ہیں۔ عورت کو ناپاک اور نجس تصور کر کے اس کے مخصوص ایام میں علیحدہ مقام پر رکھا جاتا ہے اور عام حالات میں ان پر بعض پابندیاں، جیسے شہد کے استعمال کی ممانعت عائد کی جاتی ہیں۔ سویڈن میں پاکستانی نژاد مردوں کا پردے کے موضوع پر خواتین کو ہراساں کرنا عورت کے مذہبی و معاشرتی استحصال کی علامت ہے۔ یہ تمام مشاہدات اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ مذہب عورت کی زندگی پر بلاواسطہ اور بالواسطہ اثر پذیری رکھتا ہے اور اس کے اثرات عورت کی شخصی آزادی، معاشرتی کردار اور ثقافتی پہچان کو براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ کوکب طاہرہ، ڈاکٹر، عورت کی معاشی اور سماجی زندگی، دارالنوادر، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۱۰۵۔ ۱۱۰

۲۔ حافظ محمد ضیاء الدین، پروفیسر، عورت قبل از اسلام اور بعد از اسلام، النور ہیلتھ ایجوکیشن ٹرسٹ، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۴۵۔ ۴۶

۳۔ محمد ثانی، ڈاکٹر، تجلیاتِ سیرت، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۲۱۲۔ ۲۱۳

۴۔ کوکب طاہرہ، ڈاکٹر، عورت کی سماجی اور معاشی زندگی، ص ۴۶

۵۔ ایضاً ص ۱۴۹۔ ۱۵۱

۶۔ سید جلال الدین عمری، اسلام میں عورت کے حقوق، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۲۴

۷۔ نگار سجاد ظہیر، دشت امکان، قرطاس، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۷۲

۸۔ ایضاً، ص ۲۳۴

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 17. Issue 02, December 2025

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

۹۔ کوکب خواجہ، آجیل، نواز پرنٹنگ پریس، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۸۰

۱۰۔ قرۃ العین طاہرہ، ڈاکٹر، سرحدِ ادراک سے آگے، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۶۳

۱۱۔ قرۃ العین طاہرہ، ڈاکٹر، عجب اک سلسلہ ہے، خاور پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۳۱

۱۲۔ کوکب خواجہ، جواہرات کی ملا، مشمولہ: بنتِ بطوطہ کے سفر نامے 2، نیشنل بُک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۸ء ص ۳۵

۱۳۔ ناہید سلطان مرزا، مشرق کے تین قدیم دیس، این ایچ پبلیکشنز، کراچی، ۲۰۲۳ء، ص ۲۷

۱۴۔ سلمٰی اعوان، عراق اشک بار ہیں ہم، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۲۱۵

۱۵۔ نجمہ افتخار، میرے بھی سفر نامے، مکتبہ اہل قلم، ملتان، ۱۹۸۷ء، ص ۲۰۸

۱۶۔ نیلم احمد بشیر، ستمگر ستمبر، پاکستان کنکشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۹۸

۱۷۔ بلقیس ریاض، سفر ہے شرط، کلاسیک مال، لاہور، ۲۰۰۳ء ص ۷۵

۱۸۔ منزہ نصیر، وائی کنگز کے دیس میں، چوھدری بکس، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۵۳

۱۹۔ کائنات بشیر، خاموش نظارے، انہماک انٹر نیشنل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۵۳

۲۰۔ بشریٰ رحمٰن، ٹک ٹک دیدم ٹوکیو، ادارہ وطن دوست، لاہور: ۱۹۸۹ء، ص ۴۵

۲۱۔ پروین عاطف، کرن تتلی اور بگولے، جنگ پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۷

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۳۲

۲۳۔ سلمٰی اعوان، سندر چترال، الفصیل و ناشر تاجران، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۳۳

۲۴۔ رئیس فاطمہ، میرے خوابوں کی سرزمین، نوبہار پبلیکیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۲۹

۲۵۔ کوکب خواجہ، آنسو یا کان کا جھمکا، مشمولہ: بنت بطوطہ کے دیس میں 2،، نیشنل بک فاؤندیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۸ء، ص ۱۶۵

۲۶۔ بینش ارشد، پڑاؤ، دربان کتابیں، لاہور، ۲۰۲۴ء، ص ۱۸۰

References in Roman Script:

1. Kokab Tahira, Dr., Aurat ki Maashi aur Samaji Zindagi, Dar al-Nawadir, Lahore, 2018, p. 105-110
2. Hafiz Muhammad Ziauddin, Prof, Aurat Qabl az Islam aur Baad az Islam, Al-Noor Health Education Trust, Karachi, 2006, p. 45-46
3. Muhammad Sani, Dr., Tajalliyat-e-Seerat, Fazli Sons, Karachi, 1996, p. 212-213
4. Kokab Tahira, Dr., Aurat ki Samaji aur Maashi Zindagi, p. 46
5. Ibid., p. 149-151
6. Syed Jalaluddin Umri, Islam mein Aurat ke Huqooq, Islamic Publications, Lahore, 1993, p. 24
7. Nigar Sajjad Zaheer, Dasht-e-Imkan, Qirtas, Karachi, 1996, p. 72
8. Ibid, p. 234
9. Kokab Khwaja, Aajil, Nawaz Printing Press, Lahore, 2000, p. 80

10. Quratulain Tahira, Dr., Sarhad-e-Idraak se Aage, Rameel House of Publications, Lahore, 2008, p. 63
11. Quratulain Tahira, Dr.,Ajab Ek Silisila Hai, Khawar Publications, Islamabad, 2014, p. 31
12. Kokab Khwaja, Jawahraat ki Mala (Safarnama Indonesia), included in: Bint-e-Batuta ke Safarnamay 2, National Book Foundation, Islamabad, 2018, p. 35
13. Naheed Sultan Mirza, Mashriq ke Teen Qadeem Des, NH Publications, Karachi, 2023, p. 27
14. Salma Awan, Iraq Ashkbar Hein Hum, Al-Faisal Nashran o Tajiran Kutub, Lahore, 2015, p. 215
15. Najma Iftikhar, Mere Bhi Safarnamay, Maktaba Ahl-e-Qalam, Multan, 1987, p. 208
16. Neelam Ahmad Basheer, Sitamgar September, Pakistan Connections, 2003, p. 98
17. Balqees Riaz, Safar Hai Shart, Classic Mall, Lahore, 2003, p. 75
18. Munazza Naseer, Wai Kings ke Des Mein, Chaudhry Books, Lahore, 2019, p. 53
19. Kainat Basheer, Khamosh Nazare, Inhimak International Publications, Lahore, 2019, p. 53
20. Bushra Rehman, Tuk Tuk Deedam Tokyo, Idara Watan Dost, Lahore, 1989, p. 45
21. Parveen Atif, Kiran Titli aur Bagolay, Jang Printing Press, Lahore, 1987, p. 27
22. Ibid, p. 132
23. Salma Awan, Sundar Chitral, Al-Faisal Nashran o Tajiran, Lahore, 2004, p. 33
24. Raees Fatima, Mere Khawabon ki Sarzameen, Noubahar Publications, Karachi, 2008, p. 29
25. Kokab Khwaja, Aansu ya Kaan ka Jhumka, included in: Bint-e-Batuta ke Des Mein 2, National Book Foundation, Islamabad, 2018, p.165
26. Beenish Arshad, Parao, Darban Kitaben, Lahore, 2024, p.180

Ms. Rubina is a PhD Scholar in the Department of Urdu at Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar Campus, Pakistan. She completed her MPhil from Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar. Her research interests include Urdu Research and Editing, Urdu literature, and exploring innovative approaches to non-fiction. She has three published research articles to her credit.

Dr. Nasreen Amin is an Assistant Professor in the Department of Urdu at Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar Campus, Pakistan. She completed her PhD from the same institution. Her research interests include Urdu Fiction, Urdu Grammar, and Urdu Autobiographies. She has contributed thirteen research articles to the field.